Fikr-o-Nasar (Islamabad) 16:9 (1979)

قرون وسطی کے مسلمان جغرافیہ دان

ملک محمد فیروز فاروقی

یورپ کی اسلامی کونسل کے زیر اہتمام ''اسلام اور جدید سائنس'' کے موضوع پر منعقدہ مجلس مذاکرہ کی کار روائی سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے تہذیبی و ثقافتی ورثہ کی نسبت عصر حاضر کے یورپی اور امریکی دانشوروں کے خیالات میں صحت مند تبدیلی پیدا ہو رہی ہے ۔ اس مذاکرہ میں فرانس کے ڈاکٹر مارلیس بوکیل کے علاوہ متعدد علماء نے حصہ لیا اور اس خیال کا اظہار کیا کہ مسلمانوں کی تہذیبی و ثقافتی تاریخ کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا اور تاریخ نویسوں نے تعصب اور تنگ نظری سے کام لیتے ہوئے عالمی تاریخ کی من مانی تعبیر پیش کرنے کی کوشش کی ہے ۔

قرون وسطی میں اسلامی تہذیب و تمدن کے نشو و نما اور ارتقائی مراحل کی تاریخ اور اس کے فلسفہ کا موضوع ابھی تک میکانکی اسلامی تحقیق کے ایسے موضوعات میں شامل ہے جن کی طرف ماہرانہ تحقیقی صلاحیت کے ساتھ بہت کم توجہ دی گئی ہے ۔ ہر چند کہ متعدد مسلمان علماء اور تاریخ نگاروں نے اپنی بساط اور انداز کے مطابق زیر نظر موضوع پر مواد جمع کیا ہے پھر بھی اس موضوع کو تحقیقات اسلامی کا ایک زندہ ہدف قرار دیا جاتا سکتا ہے ۔

زیر نظر مقالہ کا مقصد یہ ہے کہ قرون وسطی کے مسلمان جغرافیہ دانوں کی علمی استعداد، تحقیقی صلاحیت، حقیقت پسندی، جستجوئے علم اور آزادانہ طریق مطالعہ کا ایک ایسا خاکہ پیش کیا جائے کہ ایک قاری مختصر وقت میں علم کے اس اہم شعبہ میں مسلمانوں کی خدمات کو بیک نظر دیکھ سکے ۔

مورخ ابو الفداء (۱۲۷۳ - ۱۳۳۱ء) نے تقویم البلدان میں اپنے سے پہلے کے ساٹھ جغرافیہ دانوں کے نام دیتے ہوئے سب سے پہلے ایک بدوی ابن العرام کا ذکر کیا ھے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یا کچھ عرصہ قبل عرب کے جغرافیہ پر ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کتاب کا ایک نسخہ مولانا عبدالعزیز میمن کے پاس موجود تھا اور انھوں نے مارچ ۱۹۴۰ء میں ''ادارۃ المعارف ہند،، کے عربک کالج دھلی کے اجلاس میں اس پر تقریر کی تھی۔(۱)

اسلامی اقتدار کے اولین دور میں الفزاری (۷۹۶ء) نضر بن شمیل (۷۱۴ - ۷۹۱ء) مولف کتاب الصفات (۷۴۰ء) احمد النہاوندی (۸۳۵ء) عرام بن الاسباج السلمی (مولف کتاب الاسماء الجبال التہامہ (۸۴۵ء) اور جزیرۃ العرب) (۲) اور الخوارزمی (۷۸۰ - ۸۸۰ء) کے نام بطور خاص قابل ذکر ھیں۔

موخر الذکر الخوارزمی، عہد مامون الرشید (۸۱۳ - ۸۳۴ء) کا مشہور و معروف منجم اور ریاضی دان تھا اور علم ھئیت میں بھی کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ اس فاضل کا شمار نقشہ کشی کے اولین بانیوں میں ھوتا ھے۔ الخوارزمی نے متعدد نقشوں کی وضاحت کے لئے ''صورۃ الارض،، لکھی(۳) اور دریائے نیل کا ایک مفید نقشہ تیار کیا۔ برتھولڈ(۴) کے مطابق اس نے اس نقشہ کی تیاری میں بھی حصہ لیا تھا جو مامون الرشید کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

سلیمان بصری (۸۵۱ء) بنیادی طور پر ایک تاجر تھا۔ ہندوستان اور مشرق بعید کے طویل سفر کے بعد ۸۵۱ء میں ہند و چین کا سفر نامہ لکھا۔ابو زید صرافی نے سلیمان التاجر کی معلومات کو ''سلسلۃ التواریخ،، میں قلمبند کیا۔(۵) الجاحظ، عمرو بن بحر بصری (۸۶۹ء) بنیادی طور پر علم حیوانات کا ماہر تھا۔ اس نے حیوانات کی جغرافیائی اور ماحولی تقسیم پر مفید معلومات کو کتاب الحیوان

کتاب الزرع والنخل اور کتاب السودان والبیضان، میں جمع کیا ۔ الکندی ابو یوسف یعقوب (۸۷۳ء) اوائل قرون وسطی کا مشہور فلسفی، طبیب اور جغرافیہ دان تھا ۔ القفطی ابو الحسن علی بن یوسف مصری (۱۲۴۸ء) نے تاریخ الحکماء میں کندی کی دو سو پچیس کتابوں کی فہرست دی ہے ۔ الکندی نے پہاڑوں کی چوٹیوں کا فاصلہ معلوم کرنے کے طریقۃ پر ''معرفۃ العاد قلل الجبال،، لکھی اور آب و ہوا کے عوامل و عناصر، جواہرات اور پتھروں کے اقسام و انواع، جغرافیائی تقسیم، مدو جزر کے اسباب و عوامل، زلزلوں کے اسباب، بارش کی اقسام وغیرہ پر تحقیقات کیں ۔ الکندی کی کتاب ''رسم المعمور من الارض،، خالص جغرافیائی انداز میں لکھی گئی ہے اور خاصی افادیت کی حامل ہے ۔ ابو معشر (۷۸۶ - ۸۸۶ء) نے قوانین مدو جزر معلوم کئے جو حرکت قمری بلحاظ ارض پر مبنی تھے ۔ ابن خردادبہ مولف کتاب المسالک والممالک، بھی اسی دور کا ایک فاضل جغرافیہ دان تھا ۔

ابو حنیفہ احمد بن و نند الدینوری (۸۰۵ء) مولف اخبار الطوال کے ہاں بھی خاصا جغرافیائی مواد ملتا ہے ۔ دینوری، جاحظ اور ابو زید بلخی (۹۳۴ء) بقول ابو حیان توحیدی یہ تینوں فضلاء ہم مرتبہ لوگ تھے اور اس مثلث علمی کا ہر ایک زاویہ لاجواب و بے نظیر تھا(۶) الدینوری کی ''کتاب النبات،، اس کی آفاقی اور لازوال شہرت کا اصل مبب ہے(۷) اس کی کتاب البلدان(۸) اور کتاب الکسوف(۹) بھی خاصی اہمیت و افادیت کی حامل ہیں ۔ منجم عبدالرحمن الصوفی نے ۹۴۶ء میں دینور میں وہ مکان دیکھا تھا جو دینوری کے لئے رصدگاہ کا کام دیتا تھا (۱۰) السرخی، احمد بن محمد (۸۹۹ء) (کندی کا شاگرد مولف کتاب المسالک و الممالک) نے مختلف بلاد و امصار کے حالات و کوائف اور ذرائع آمد و رفت پر مفید مواد جمع کیا ۔ سمندروں اور پہاڑوں

کے جغرافیائی کوائف پر ''رسالہ فی البحار والمیاہ والجبال،، لکھا۔ یعقوبی احمد بن ابی یعقوب مصری (۸۹۷ء) مولف کتاب البلدان (۸۹۱ء) کو قرون وسطی کا عظیم مسلمان جغرافیہ دان، اور بابائے جغرافیہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے افکار و نظریات نے پہلے پہل یورپ پر اثرات مرتب کئے۔ المروزی جعفر بن احمد (۸۸۷ء) نے السرخسی کی طرز پر کتاب المسالک و الممالک لکھی۔ البلدان ذری احمد بن یحیی بن جابر (۸۹۲ء) مولف فتوح البلدان(۱۱) اور کتاب البلدان کا مرتبہ نویں صدی کے فضلائے جغرافیہ میں بہت بلند ہے۔(۱۲) النائریزی (۹۲۲ء) ایک مشہور و معروف منجم اور جغرافیہ دان تھا۔ البتانی (۹۲۹)ء نے ۴۲ برس تک آسمانی کیفیات پر مشاهدات کئے اور نتائج کو متعدد کتابوں میں پیش کیا۔ راجیومان طینس نے البتانی کی الواح سے استفادہ کرکے ایسے نقشے تیار کئے جن کی مدد سے کولمبس امریکہ تک پہنچ سکا۔ ابن الفقیہہ، ابوبکر بن محمد اسحاق الحمدانی (۹۰۲ء) نے مختلف شہروں اور علاقوں کے حالات پر ''کتاب البلدان،، لکھی(۱۳) الشیرازی، علی بن جعفر نے ۱۰۲۲ء میں اس کا ایک خلاصہ تیار کیا جو اب بھی دستیاب ہے(۱۴) ابن رستہ، ابو علی احمد بن محمد نے ''العلائق النفیسہ،، کے عنوان سے ایک دائرۃ المعارف(۹۰۳ء) تیار کیا تھا۔ اس دائرہ کی ساتویں جلد جغرافیہ کے موضوع سے متعلق ہے جو اب برٹش میوزیم کی زینت ہے۔ ابن سہل ابوزید (۹۳۴ء) بلخی نے ''کتاب الاشکال،، ترتیب دی جس میں کافی تعداد میں نقشے شامل ھیں(۱۵) اس نے چین، ہندوستان اور متعدد مشرقی علاقوں کے حالات پر ''کتاب المسالک، والممالک،، بھی لکھی۔ ابوالوفاء (۹۳۹ - ۹۹۸ء) کا شمار خطی جغرافیہ کے علماء میں ھوتا ہے۔ المقدسی، ابو عبداللہ محمد بن احمد فلسطینی (۹۴۷ - ۱۰۰۰ء) کے تبحر علمی کا مغرب آج بھی معترف ہے۔ احسن التقاسیم فی معرفۃ

الاقالیم (۹۸۵ء) اس کی مایہ ناز تالیف ہے (۱۶) اس فاضل جغرافیہ دان نے متعدد رنگین نقشوں کی مدد سے دنیا کو ۱۴ خطوں میں تقسیم کیا اور رواجی علامات کی مدد سے انہیں زیادہ سے زیادہ مفید بنایا۔ اور طبعی جغرافیہ میں بعض انقلابی حقائق کا اضافہ کیا۔ البیرونی (۹۷۲ - ۱۰۵۲ء) کو ہم بلاشبہہ قرون وسطیٰ کا عظیم ترین جغرافیہ دان قرار دے سکتے ہیں۔ اس کی عظیم الشان تالیفات میں سے الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ (۱۰۰۰ء) القانون المسعودی فی الہیئۃ والنجوم، کتاب التفہیم لاوائل صناعۃ التنجیم، کتاب الجماہیر، غرۃ الزجاۃ اور تحقیق ما فی الہند یا کتاب الہند (۱۰۳۰ء) بطور خاص قابل ذکر ہیں(۱۷) البیرونی نے کوہ ہائے ہمالیہ اور براعظم یورپ کے کوہ ہائے الپس (Alps) کے ارضیاتی تعلق کی وضاحت کی، براعظم افریقہ کی مشرق و مغرب کی سمت وسعت کی بجائے جنوب کی جانب وسعت اور پھیلاؤ کا نظریہ پیش کیا، مختلف مقامات کے طول بلد معلوم کرنے کے صحیح ترین طریقہ سے دنیا کو روشناس کرایا، مدو جزر کے اسباب و عوامل پر محققانہ بحث کی، زمین کے جھکاؤ اور اس کی شکل و صورت پر حقائق جمع کئے اور قطبین پر دن رات کے اوقات اور گردش ارضی کے بارے میں اپنے تفصیلی مطالعے کا نچوڑ پیش کیا۔ المسعودی، ابوالحسن علی بن حسین (۹۵۶ء) مولف المروج الذہب والمعدن الجواہر (۹۴۷ء، نظرثانی ۹۵۶ء) مرأۃ الزمان (۳۰ جلد) کتاب الاوصاف اور کتاب التنبیہ والاشراف۔ گو بنیادی طور پر مؤرخ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے جغرافیائی مباحث پر بھی بھر پور انداز میں قلم اٹھایا ہے (۱۸) موخرالذکر کتاب میں حیاتیاتی اور غیر حیاتیاتی ارتقاء کائنات پر مفصل بحث کی ہے۔ المجریطی (۱۰۲۹ - ۱۰۸۷ء) اور خوشیار (۱۰۲۹ء) بھی علوم جغرافیہ میں قابل داد عبور رکھتے تھے۔ الفرغانی، ابو العباس احمد بن محمد مولف

المدخل الیٰ علم ہیئۃ الافلاک، عہد مامون الرشید (۸۱۳-۸۳۳ء) کا جلیل القدر منجم اور جغرافیہ دان تھا(۱۹) موسی بن شاکر (عہد مامونی) اور اس کے تینوں فرزند محمد احمد، اور حسن نے عملی جغرافیہ میں قابل ذکر خدمات انجام دیں ۔ ابن فلدان (۹۳۰ء) کے جغرافیائی نظریات پر مشتمل ایک قیمتی رسالہ ذکی ولیدی نے مشہد (ایران) سے دریافت کیا ہے ۔ الکاتبی، علی بن عمر القزوینی مولف ''حکمت العین،، ابن فلدان کا ہم عصر جغرافیہ دان عالم تھا ۔ المہلبی نے فاطمی خلیفہ العزیز (۹۷۵-۹۹۶ء) کے عہد میں سوڈان کے جغرافیائی حالات پر کتاب (۹۸۵ء) لکھی ۔ یاقوت الحموی (۱۱۷۹-۱۲۲۹ء) نے جغرافیہ سوڈان پر لکھتے ہوئے اسی کتاب کو ماخذ بنایا تھا ۔ابن یونس (۱۰۰۹ء) اور ناصر خسرو (۱۰۰۳-۱۰۷۰ء) ہم عصر فاصل تھے ۔ موخرالذکر نے عرب دنیا کے معاشرتی اور جغرافیائی حالات کا بغور جائزہ لیا اور مفصل حالات کو سفرنامہ (۱۰۳۵ء) میں بیان کیا ۔ الاصطخری، ابو اسحاق ابراھیم بن محمد الفارسی (دسویں صدی) نے بلخی کی طرز پر خطی جغرافیہ میں ''کتاب المسالک والممالک،، لکھی اور رنگین نقشوں کی مدد سے طبعی خد و خال اور آب و ہوا کے عواسل و عناصر کی وضاحت کی(۲۰) ابن حوقل، دسویں صدی کے اس مشہور و معروف مسلمان سیاح اور کتاب المسالک و الممالک کے مولف نے الاصطخری کی کتابوں اور نقشوں پر نظرثانی کی اور بعد ازاں انہی خطوط پر کام کرتے ہوئے علوم جغرافیہ کے میدان میں قابل قدر اضافے کئے ۔ البکری، ابو عبید عبداللہ بن عبد العزیز (۱۰۳۰-۱۰۹۴ء) نے علوم جغرافیہ کے لغات پر ایک کتاب ''معجم ما استعجم،، تیار کیا اور ''کتاب المسالک و الممالک،، تالیف کی(۲۱) اس جغرافیہ دان نے مشہور ھسپانوی عالم جغرافیہ محمد الطارقی (۹۷۳ء) سے استفادہ کیا تھا جس نے شمالی افریقہ کے جغرافیائی حالات پر تحقیقی کام کیا تھا ۔ اسحاق بن حسین (۹۵۱-۱۰۶۳ء) نے بھی بر اعظم

افریقہ کے جغرافیائی اور معاشرتی حالات و کوائف کو اپنے مطالعہ کا موضوع بنایا تھا ۔ المزینی، ابو عبداللہ محمد بن عبد الرحیم (۱۰۸۰ - ۱۱۶۳ء) نے طویل سفر کے حالات تحفة الالباب و تحفة العجائب،، میں پیش کئے(۲۱) اور اسپین افریقہ، دمشق، اردبیل، بحیرۂ کیسپئن اور دربند وغیرہ کے جغرافیائی حالات ''نخبة الأذهان فی عجائب البلدان،، میں قلمبند کئے ۔ ان کے علاوہ ''المغرب،، ''عجائب البلدان،، اور ''تحفة الکبیر،، بھی ان کی کافی مشہور تالیف ھیں(۲۳) الزھری، محمد بن ابوبکر (۱۱۳۷ء) مولف ''کتاب الجغرافیہ،، نے عہد مامون الرشید(۸۱۳ - ۸۳۳ء) میں تیار کی جانے والی ضخیم کتاب (۲۴) سے الفزاری کی (۷۹۶ء) اور الکماری کی طرح بھرپور استفادہ کیا اور اپنے نتائج فکر کو دنیا کے سامنے پیش کیا ۔ الادریسی، ابوعبداللہ (۱۰۹۹ - ۱۱۶۶ء) کا شمار صف اول کے جامع کمالات مسلمان جغرافیہ دانوں میں کیا جاسکتا ھے نزھة المشتاق فی اختراق الآفاق(۲۵) اس فاضل جغرافیہ دان کے تبحر علمی اور موضوعی قابلیت کی آج بھی زندہ شہادت ھے ۔ یہ کتاب مسلی (عربی نام صقلیہ) کے بادشاہ راجر دوم (۱۱۰۵ - ۱۱۵۴ء) کی ھدایت پر پندرہ برس کی مسلسل تحقیق و تدقیق کے بعد لکھی گئی ۔ الموصلی، محمد بن علی الانصاری (۱۲۱۴ء) نے فلسطین، مصر اور شام کے جغرافیائی اور تمدنی و معاشرتی حالات کو ''عیون الاخبار،، (۱۱۸۹ء) میں قلمبند کیا ۔ شیخ الحواری (۱۲۱۴ء) نے بھی اسی طرز پر ایک کتاب لکھی تھی ۔ جس کا عنوان ''اشارات علی معرفة الزیارات تھا ۔ یاقوت الحموی (۱۱۷۹ - ۱۲۲۹ء) ایک عدیم النظیر ھمہ دان عالم تھا ۔ اس نے ''معجم البلدان،، (۱۲۲۴ء) میں حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ بے شمار شہروں اور قصبوں اور آبادیوں کے حالات درج کئے ۔ کتاب کے آغاز میں کرہ ارضی کے حجم، ساخت، آب و ھوا کی خصوصیات اور تقسیم پر مفصل بحث

کی ہے - صفی الدین (۱۳۰۰ء) نے اس کتاب کا ایک خلاصہ بعنوان ''مراصد الاطلاع،، تیار کیا (۲۶) القزوینی، زکریا محمد بن ابو یحیی (۱۲۰۳-۱۲۸۳ء) مولف ''عجائب و غرائب المخلوقات و غرائب الموجودات،، اور کتاب الجغرافیہ (۱۲۵۰ء) کی فضیلت نہ صرف قرون وسطی میں مسلم رہی ہے بلکہ آج بھی ان سے استفادہ کیا جاتا ہے -(۲۷) ۔ الکنعانی، ابوالحسین محمد ابن احمد ابن جبیر (۱۱۴۵ - ۱۲۱۷ء) مولف ''رحلۃ ابن جبیر،، نے بحیرہ روم کے مسلم علاقوں کے اقتصادی اور ثقافتی و معاشرتی حالات کو جغرافیائی پس منظر میں بیان کیا ہے۔ یہ فاضل شخص ملاگا، فیض اور سبتہ کی درس گاھوں میں برسوں تک تدریس و تحقیق پر مامور رھا(۲۸) - طوسی، نصیرالدین (۱۲۰۱ - ۱۲۷۴ء) نے مراغہ (ایران) میں ایک رصدگاہ قائم کی جو ایل خانی رصدگاہ کے نام سے مشہور ھوئی - الزرقالی، ابو اسحاق ابراھیم (۱۰۸۷ء) صحیفہ نامی ایک خاص قسم کے اصطرلاب کا موجد اور اس سے متعلق ایک کتاب کا مولف تھا - اس نے بحیرہ روم کی لمبائی کا قریب قریب صحیح اندازہ لگایا اور کسوف شمسی سے متعلق اپنی توضیح میں دنیا کو پہلی مرتبہ سطح بحر سے بلندی کے ذریعے تعین وقت کے طریقے سے روشناس کرایا - اس نے سب سے پہلے اوج شمس بہ لحاظ کواکب کی حرکت کو ثابت کیا - الزرقالی کی تحقیقات کے مطابق اس اوج کی پیمائش ۱۲۰۴ دریافت ھوئی جدید فلکیاتی تحقیقات کے مطابق یہ ۱۱۰۸ ہے - قطب الدین نے ۱۲۹۰ میں شاہ ایران کے لئے بحیرہ روم کا ایک جامع نقشہ تیار کیا - ابن سعید مغربی (۱۲۷۴ء) نے ''کتاب الجغرافیہ فی الاقالیم،، تالیف کی جو اب ناپید ہے - اس کا صرف ایک اقتباس محفوظ رہ سکا ہے - ابو الفدا (۱۲۷۳ء) مولف تقویم البلدان، کو یورپ میں تیرھویں صدی کے مسلمان جغرافیہ دانوں کا نمائندہ تسلیم کیا جاتا ہے - الدمشقی، ابو عبد اللہ محمد بن ابی طالب (۱۳۲۷ء) مولف نخبۃ الدھر فی عجائب البر و البحر (۱۳۲۵)

کو جنوبی ہند، مالابار اور کارومنڈل ساحلی علاقوں کے جغرافیائی حالات و کوائف پر سند کی حیثیت حاصل ہے۔ جابر بن افلح، بارھویں صدی کا ایک لائق اصولی جغرافیہ دان تھا۔ اس نے اپنے پیش روں کی طرح خطی اور طبعی جغرافیہ میں قابل قدر خدمات سر انجام دیں۔ ابن بطوطہ (۱۳۰۴-۱۳۷۷ بروایت دیگر ۱۳٦۹) قرون وسطی کا بلاشبہہ عظیم ترین سیاح اور وقائع نگار تھا۔ مغرب کے دانشوروں اور علماء نے مارکوپولو کو علمی دنیا میں بلند مقام پر فائز کرنے کے لئے دیدہ و دانستہ ابن بطوطہ اور اس کے کام کو پردہ خفاء میں رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس عظیم سیاح نے ۲۴ برس کی عمر (۱۳۲۸ء) میں عالمی سفر کا آغاز کیا اور ۲۴ برس کی عمر (۱۳۵۸) میں فارغ ہوکر مراکش میں سلطان ابو انان کے دربار میں ابن جزی کے ذریعے طویل سفر کی روداد قلمبند کرائی۔ اس تالیف کو عام طور سے ''رحلۃ ابن بطوطہ،، کہا جاتا ہے جب کہ اس کا اصل نام تحفۃ النظار فی غرائب الامصار و عجائب الاسفار، ہے(۲۹) مستشرق یول (ule)کے مطابق ابن بطوطہ نے مجموعی طور پر پچھتر ہزار میل کا سفر کیا تھا(۳۰) المستوفی، حمد اللہ، دراصل سلطان ابو سعید کے دربار میں اکاؤنٹنٹ تھا۔ اس نے ۱۳۴۰ میں بزبان فارسی ''نزھۃ الحلوب،، لکھی اور ایران و وسط ایشیاء کے حالات تفصیل سے بیان کئے۔ دریائے اکسوس (oxus) کی گزرگاہ میں واقع ہونے والی ارضیائی اور جغرافیائی تبدیلیوں کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے بتایا کہ یہ دریا پہلے بحیرہ کیسپئن میں گرتا تھا۔ بعد ازاں اس کی گزرگاہ تبدیل ہو گئی اور دریا کا رخ بحیرہ ارل کی طرف ہو گیا۔ وسط ایشیاء میں پائے جانے والے گرم پانی کے چشموں کی مکمل تفصیلات اور باکو (جنوبی روس) کے تیل کے کنوؤں کے مکمل کوائف بھی اس کی کتاب میں موجود ہیں۔(۳۱)

الغ بیگ (۱۳۹۳ - ۱۴۴۹ء) سمرقند کی عظیم الشان رصدگاہ کا بانی جس نے ۱۴۳۷ء میں چند ہیئت دانوں کو فلکیاتی مشاھدات کے کام پر مامور کیا۔ انھوں نے برسوں کی تحقیقات کے بعد ستاروں کی الواح (نقشے یا گوشوارے) تیار کیں جنھیں الواح الغ بیگ کا نام دیا گیا(۳۲) ھندوستان کا مغل بادشاہ بابر سمرقند کی رصدگاہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ الغ بیگ کی الواح پر اس علاقے کے لوگ آج تک عمل کرتے ھیں(۳۳) الغ بیگ کے اخلاف میں سے ھمایوں بھی اپنے وقت کے علمائے ھیئت میں سے ایک تھا۔ السمرقندی، عبد الرزاق کمال الدین (۱۴۱۳ - ۱۴۸۲ء) تین سال تک ھندوستان میں ایرانی حکومت کا سفیر رھا۔ اس نے واپسی پر ''مطلع السعدین و مجمع البحرین،، لکھی۔ الخوفی شہاب الدین عبداللہ بن لطف اللہ (۱۴۲۹ء) کو شاہ رخ نے ۱۴۱۴-۱۵ء میں ''زبدۃ التواریخ،، لکھنے پر مامور کیا تھا جس میں جغرافیائی معلومات کا بھی ایک بیش بہا خزینہ شامل ھے۔ الخوفی، حافظ آبرو کے نام سے مشہور ھے۔ ابن ماجد، احمد (۱۵۰۰ء) نے بحر ھند، بحیرۂ احمر، خلیج فارس، بحیرۂ چین اور جنوب مشرقی ایشیاء کے سمندروں میں جہاز رانی کے موضوع پر کم و بیش پندرہ کتب تالیف کیں(۳۴) واسکوڈی گاما (۱۴۹۸ء) میں افریقہ کے مشرقی ساحل پر واقع مالنڈی میں ابن ماجد سے ملا اور بحر ھند کے راستے کے بارے میں ھدایات لیں۔ ابن ماجد کی تالیف میں سے کتاب الفوائد (۱۴۸۹ء) کو سب سے بلند مقام حاصل ھے۔ جس میں بحری جہاز رانی کی ابتدائی تاریخ، شمسی و قمری حرکات، مقناطیسی سوئی کے استعمال، بحر ھند کے تجارتی راستوں اور بحیرہ چین و بحر ھند کی متعدد بندرگاھوں کے خطوط عرض بلد وغیرہ کے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ھے۔ اس گرانقدر کتاب کو بحری سائنس کے

موضوع پر قرون وسطی کے آخری دور کا تحقیقی شاہکار قرار دیا جاسکتا ہے،(۳۵) المہدی، سلیمان نے ۱۶ ویں صدی کے آغاز میں بحری ہدایات پر پانچ مقالات لکھے جن میں سے ایک کا عنوان ''العمدۃ المہریہ فی ضبط العلوم البحریہ،، ہے(۳۶) (۱۵۱۱ء) العمدۃ المہریہ کا ترجمہ ترک امیر البحر چلپی، سید علی الحسین (۱۵۶۲ء) نے کیا۔ اس نے خود بھی ۱۵۵۳ء میں ''المحیط،، اور ۱۵۵۴ میں مرأۃ الممالک کے نام سے دو کتابیں تالیف کیں۔ سیدی علی بحیرہ عرب میں فرنگیوں کے خلاف لڑنے آیا تھا۔ لیکن موسمی حالات کے باعث اس کا بحری بیڑہ سمندری طوفان میں غرق ہو گیا اور وہ بدقت تمام گجرات کے راستے دہلی پہنچا۔ ہمایوں نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد سیدی علی نے واپس وطن جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو ہمایوں نے کہا کہ برسات کا موسم ہے، راستے زیر آب آ چکے ہیں اور سفر محال ہے۔ تم موسم صاف ہونے تک یہیں مقیم رہو اور اس دوران میں چاند گرہن اور سورج گرہن کا مطالعہ کرو اور کلینڈر میں ان کے وقوع کی صحیح تاریخیں درج کرو۔ تم ہمارے منجموں کو سورج کے مدار کا مطالعہ کرنے میں مدد دو اور خط استواء سے متعلقہ مسائل کو سمجھنے میں ہماری مدد کرو۔ یہ کام اندازاً تین ماہ میں مکمل ہو جائے گا اور تب تک موسم بھی صاف ہو جائے گا۔ سیدی علی کے مطابق اس نے ہمایوں کے کہنے پر رات دن کی محنت شاقہ کے بعد اس کام کو مکمل کیا(۳۷) ۔ رازی امین احمد نے ہندوستان کا طویل سفر اختیار کیا اور ''ہفت اقالیم،، لکھی۔ فارسی زبان میں یہ پہلی مفصل کتاب ہے جسے جغرافیہ کا دائرۃ المعارف قرار دیا جا سکتا ہے(۳۸) ۔ ابو الفضل (۱۶۰۲ء) نے آئین اکبری میں دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ جغرافیائی نوعیت کی معلومات بھی درج کی ہیں(۳۹) محمد بن عمر العاشق نے ''مناظر العلم،، لکھی جسے اس

دور کے جغرافیائی ادب میں بہت اونچا مقام حاصل ہے۔ کاتب چلپی، حاجی خلیفہ مصطفی بن عبداللہ (۱۶۰۸ء) نے اپنے پیشروؤں محمد بن عمر العاشق، امیر البحر سیدی علی کے علاوہ دیگر علماء سے استفادہ کرتے ہوئے "کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون"، لکھی جس میں بقول برتھولڈ(۴۰) یورپی اور اسلامی جغرافیائی نظریات کے تقابلی مطالعے کی پہلی بار کوشش کی گئی ہے۔

یہ ایک مختصر جائزہ ہے علم جغرافیہ کے میدان میں کام کرنے والے قرون وسطی (۱۰۰۰-۱۵۰۰ء) کے مسلمان علماء کی علمی و تحقیقی جستجو کا جس کے مطالعے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ قرآن کریم سے براہ راست تعلق نے اس دور میں علم و عرفان کے دھاروں کا رخ بابل و نینوا اور یونان و روم سے موڑ کر مکہ و مدینہ کی طرف کر دیا تھا اور پھر انہی مراکز سے علم و آگہی، عقل و دانش اور تحقیق و تدقیق کی ایسی شمعیں فروزاں ہوئیں جنھوں نے پورے براعظم ایشیاء، افریقہ اور یورپ کو منور کیا۔

اس مقام پر دو امور کی وضاحت کردینا ضروری ہوگا۔ اور یہ کہ قرون وسطی میں انسانی علوم و فنون کی شعبہ وار تخصیص (Specialization) اور موضوعاتی تقسیم (Subject Classification) کا موجودہ طریقہ کار رواج پذیر نہ ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں ایک عالم و فاضل شخص سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ ہر علم میں مہارت رکھتا ہوگا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس دور کے علماء ہمہ جہت صلاحیتوں کے مالک تھے اور علم کے ہر شعبہ میں وسیع اور گہری معلومات رکھتے تھے۔ مثلاً ابو ریحان محمد بن احمد البیرونی (۹۵۳-۱۰۴۸ء) ایک عظیم مورخ کی حیثیت سے مشہور ہے لیکن وہ ایک نہایت قابل طبیب، جغرافیہ دان اور طبعیات کا بے نظیر عالم بھی تھا۔ یعقوب

بن اسحاق الکندی (۸۵۰ء) نے ۲۲۵ کتابیں لکھی تھیں جن میں سے ۲۰ فلسفہ پر ۹ منطق پر، ۲۲ طب پر ۵ نفسیات پر اور ۴۴ طبیعی علوم سے بحث کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقالہ میں ایسے تمام علماء اور فضلاء کا ذکر آگیا ہے جنھوں نے علم جغرافیہ کے کسی نہ کسی گوشہ یا پہلو پر مستقل موضوع کی حیثیت سے یا محض ضمنی حیثیت سے کام کیا ہے۔

دوم یہ کہ علم جغرافیہ اپنے نفس موضوع اور مزاج کے اعتبار سے ایک نہایت وسیع اور متنوع اور ہمہ جہت علم ہے اس علم کا جس قدر تعلق طبیعی علوم سے ہے اتنا ہی تعلق انسانی علوم اور حیاتیاتی علوم سے بھی ہے کیونکہ اس کی حیثیت تمام علوم و فنون کے مابین ایک ''وجہ جامع،، کی ہے اور قطعی تقسیمی خطوط کے ذریعہ علوم انسانی کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان کے مابین ایسے ''مشترک مفادات،، کی نشاندھی کی جا سکتی ہے جن کا لحاظ کئے بغیر علم کی ایک بڑی مقدار سے محروم رہ جانا لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیر نظر مقالہ میں جغرافیہ دان، سے مراد ایک ایسا عالم و فاضل شخص نہیں ہے جو اس لفظ کے موجودہ معنوں میں علوم جغرافیہ کی کسی ایک شاخ میں درجہ تخصیص کا حامل ہو۔ ''علم جغرافیہ کا نفس موضوع اور اس کے مطالعہ کا میدان اس قدر وسیع و متنوع ہے کہ ایک اچھا جغرافیہ دان کسی ناول یا تاریخ کی کسی کتاب میں بعض جغرافیائی مسائل کا حل تلاش کر سکتا ہے جبکہ علم جغرافیہ کی مخصوص کتابیں ان مسائل کا حل پیش کرنے سے قاصر رہ سکتی ہیں،،۔(۴۱)

مسلمان جغرافیہ دانوں نے صحیح سائنسی روح کی بنیادیں فراہم کیں، تجربی اور مشاہداتی طریق مطالعہ کو فروغ دیا، حقائق کی چھان بین کے لئے مخلصانہ اور غیر متعصبانہ رویہ کو اپنایا اور علم کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے

کی غرض سے خالص مشنری جذبہ کے ساتھ کام کیا۔ مسلمان حکمرانوں کی علم دوستی اور علماء کی سر پرستی نے اسلامی معاشرے میں ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا جس نے تہذیب و ثقافت، سیاست و معاشرت اور تعلیم و تربیت کو چار چاند لگادیئے۔ پورے عالم اسلام میں مدارس، تربیت گاھوں، رصدگاھوں اور کتب خانوں کا ایک جال بچھا دیا گیا۔ ہم یہاں موضوع کی مناسبت سے رصد گاھوں کا مختصر جائزہ لیں گے۔

جند ے شا پور (جنوبی مغربی ایران) میں سب سے پہلے رصدگاہ نویں صدی کے نصف اول میں قائم کی گئی۔ اس مقام پر مسلمانوں کے قبضہ سے پہلے ایک علمی اکادمی موجود تھی۔ مسلمانوں نے اس اکادمی کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ انہیں ایک ہمہ جہت اور جامع علمی و فکری تحریک کا مظہر بنادیا۔ جند ے شاپور کی رصدگاہ میں احمد النہاوندی جیسے عظیم فضلاء برسوں تک فلکیاتی تحقیقات میں مصروف رہے اور نتائج فکر کو الزیج المشتمل (Geveral Tables) کی صورت میں پیش کیا۔ مامون الرشید (۸۳۱-۸۳۳ء) نے بغداد کے قریب شمسیہ کے مقام پر ایک عظیم الشان رصدگاہ قائم کی اور یحییٰ بن ابی منصور، خالد بن عبد الملک مروزی، سید بن علی اور عباس بن سعید جوھری ایسے فاضل علماء کو اس رصدگاہ میں فلکیاتی مشاھدات کے کام پر مامور کیا۔ نالینو (Nallino) کے بقول اس رصدگاہ میں مسلمان سائنسدانوں نے بطلیموس کی کتاب المجسطی کے نظریات کو تجربات اور مشاھدات کی روشنی میں پرکھا(۴۲) دمشق سے دو میل شمال کی جانب جبل قاسیون پر بھی ایک رصدگاہ قائم کی گئی۔ باب التاق (دریائے دجلہ کے کنارے) کی رصدگاہ میں موسیٰ بن شاکر، احمد، محمود اور حسین نے گرانقدر تحقیقی کام کیا۔ شرف الدولہ (۹۸۲-۹۸۹ء) نے ۹۸۸ء میں بغداد

کے محل کے باغ میں ایک رصدگاہ تعمیر کرائی جس میں الصغانی کے تیار کئے ہوئے آلات استعمال کئے جاتے تھے ۔ ابو سہل ابن رستم (۱۰۰۰ء) اور ابو الوفاء محمد (۹۹۸ء) ایسے علماء ہیئت اسی رصدگاہ میں کام کرتے تھے ۔ ہلاکو خان نے مراغہ میں قیام کے دوران اپنے وزیر نصیر الدین طوسی کی تجویز کے مطابق ایک بہت بڑی رصدگاہ تعمیر کروائی جس میں ایک ایسا گنبد بنایا گیا تھا جس پر پڑنے والی شمسی شعاعوں کے ذریعے سورج کی اونچائی معلوم کرنے میں مدد لی جاتی تھی ۔ یہی گنبد گھڑی کا کام بھی دیتا تھا ۔ اس رصد گاہ میں کام کرنے والے علماء نے ایک بہت بڑا گلوب تیار کیا جس پر دنیا کے آباد علاقوں سمندروں، دریاؤں جھیلوں اور جزیروں کو دکھایا گیا تھا ۔ صدرالدین شجاع اس رصد گاہ کا ناظم تھا ۔ الغ بیگ (۱۳۹۳ - ۱۴۴۹ء) نے سمرقند میں ایک رصدگاہ تعمیر کرائی اور جمشیدالکاشی کو اس کا پہلا نگراں مقرر کیا ۔ اس رصد گاہ کو عجائبات عالم میں شمار کیا گیا ہے ۴۳) اس رسدگاہ کے فضلاء نے الواح الغ بیگ (الزیج السلطانی) تیار کیں ۔ ملک شاہ سلجوقی نے بھی رے یا نیشا پور میں ۱۰۷۴-۷۵ء میں رصدگاہ قائم کی تھی ۔ عمر خیام (۱۰۳۸ - ۱۱۲۳ء) اور عبدالرحمن الحزینی اسی رصدگاہ سے منسلک تھے ۔ انھوں نے ایک مفید کلینڈر تیار کیا تھا جسے ''التاریخ الجلالی،، کا نام دیا گیا ہے ۔ گریگورین کلینڈر میں ہر ۳۳۳۰ سال میں ایک دن کا فرق پڑتا ہے جب کہ التاریخ الجلالی میں یہ فرق تقریباً ۵۰۰۰ ہزار سال میں ایک مرتبہ رونما ہوتا ہے ۔ ابو حنیفہ الدینوری نے اپنی نجی رصدگاہ قائم کی تھی ۔ سرزمین یورپ میں مسلمانوں نے سب سے پہلی رصدگاہ سیولی (Seville) کے مقام پر قائم کی تھی(۴۴) یہاں جابر بن آفیہ کی نگرانی میں ۱۱۹۰ء میں ایک عظیم فلکیاتی مینارہ (Astronamical Tower) تیار کیا گیا ۔ اسپین میں جب

اسلامی اقتدار زوال پذیر ہوا تو مسیحی فاتحین نے اس ٹاور کو نقارہ بجانے کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا کیونکہ انہیں اس کے علاوہ کوئی استعمال معلوم ہی نہ تھا اور وہ بڑے طویل غور و فکر کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچ سکے تھے کہ مسلمانوں نے اسے نقارہ وغیرہ بجانے کے لئے ہی بنایا ہوگا۔

ابو الحسن نے دوربین، ابن یونس نے پنڈولم، ابن فرناس نے اڑن مشین ایجاد کی۔ اصطرلاب (Astrolabe) اللبنا (Al-libna) (Latercus) الحلقة الاعتدالیه (Annulus) کا علم یونانیوں سے حاصل کیا اور ذات الاوتر (عروض بلاد پر وقت معلوم کرنے کا آله) ذات السمت والارتفاع (سمت اور بلندی معلوم کرنے کا آله) المشابه بالمناطبق (رواں فاصلوں کی پیمائش کا آله) حلقة الکبری، حلقة الصغری، اور سندیل (Sundial) کی مختلف اقسام خود تیار کیں۔ اصطرلاب کو عصر حاضر کے جدید فلکیاتی آلے (Sextant) کا پیش رو قرار دیا جا سکتا ہے۔ الفزاری (۷۹٦ء) النائریزی (۹۲۲ء) الحزین، الخوجندی (۹۹۲ء) الجیلی (۹۷۱-۱۰۲۹ء) المروزی اور الخوارزمی (۸۴۴ء) نے اصطرلاب کی مختلف اقسام ایجاد کیں اور اس فن پر متعدد کتابیں لکھیں(۴۵)۔ الصغانی الکوهی (۱۰۰۴ء) الزرقالی، ابراهیم اصطرلابی، ابراهیم بن سعید، عبدالحمید ایرانی، بدیع الزماں اصطرلابی، مظفر الطوسی اور الادری کا شمار آلات سازی کے ماہرین میں کیا جا سکتا ہے۔ موخر الذکر، الادری، مراغه کی رصدگاہ کی ورکشاپ کا ناظم تھا۔ اس نے اس رصدگاہ میں استعمال ہونے والے آلات پر ایک مقاله لکھا تھا(۴٦)۔

المراجع

۱ - برق، غلام جیلانی ڈاکٹر ''یورپ پر اسلام کے احسان،، ۲۳۲-۲۳۳

(لاہور ۱۹٦۴ء)

۲ - یاقوت، ابو عبداللہ بن عبداللہ حموی (۱۱۷۹-۱۲۲۹ء) معجم الادباء (تدوین مارگولیتھ ۳ : ۸٦ (گب میموریل سیریز ۱۹۱۳ء)

۳ - صورة الارض، کو ھنس وی مزک (Haus Mazik) نے ایڈٹ کیا ہے ((لیزگ ۱۹۲٦ء)

۴ - کتاب ''حدود العالم،، کے انگریزی ترجمہ (دی منارسکی - لندن ۱۹۳۷ء) کا دیباچہ از برتھولڈ ص ۱۰)

۵ - اس سفر نامے کو موسیو رینان نے ۱۸۴۵ء میں فرانسیسی میں منتقل کیا (تمدن عرب، موسیولی بان اردو ترجمہ سید علی بلگرامی، ۴۲۷) اور بعد ازاں یہ سفرنامہ جی فیرنڈ کے حواشی کے ساتھ پیرس سے ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا۔

٦ - یاقوت الحموی، معجم الادباء، ۱ : ۱۲۴-۱۲۵ -

۷ - زلبربرگ ابو حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری کی ''کتاب النبات،، مجلہ اشوریات (اشترا سبورگ) ج ۲۴-۲۵ -

۸ - ابن الندیم الوراق، الفہرست، ۷۸، الحمری، یاقوت، معجم الادباء ۱ : ۱۲۷ -

۹ - الحموی، یاقوت، معجم الادباء ۱ : ۱۲۷ -

۱۰ - الصوفی عبد الرحمن، صور الکواکب، شائع کردہ کازن (Caussin) در رسالہ (Notices Extraits) ۱۲ : ۲٦۲ - شیل روپ نے اسے ۱۸۷۴ء میں سینٹ پیٹرس‌برگ سے شائع کیا اور حیدرآباد (دکن) سے بھی اسے نئی آب و تاب کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

۱۱ - فتوح البلدان (تعلیقات)، رضوان محمد رضوان) مطبعة المصریہ، الازھر

۱۹۱۳ء۔ اس کا اردو ترجمہ ابو الخیر مودودی نے کیا جسے جامعہ عثمانیہ نے ۱۹۳۲ء میں حیدرآباد (دکن) سے دو جلدوں میں شائع کیا۔ فلپ کے حتی نے انگریزی ترجمہ کیا تھا (نیویارک ۱۹۱۶ء)

۱۲ - کتاب البلدان (تدوین ڈے خویہ) ۱۸۶۶ء۔

۱۳ - تدوین ڈے خویہ - لیڈن ۱۸۸۵ -

(۱۴) تدوین احمد ذکی ولیدی - ترکی -

۱۵ - لی اسٹرینج اور نکلسن کا انگریزی ترجمہ، کیمرج ۱۹۲۱ء۔ بعض کتابوں میں اس کا نام صورۃ الاقالیم دیا گیا ہے۔

(۱۶) اقالیم - جمع اقلیم، اقلیم سے مراد آب و ہوا کا خطہ یا محض آب و ہوا ہے - اس کتاب کا انگریزی ترجمہ کلکتہ سے ۱۹۱۰ء - ۱۸۹۷ء میں ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی طرف سے ۴ جلدوں میں شائع ہوا۔ ڈے خویہ نے بھی اس کی تدوین کی ہے (لیڈن، ۱۸۷۷) اس کتاب کا ایک نسخہ قسطنطنیہ میں اور دوسرا برلن میں موجود ہے۔

۱۷ - اس کتاب کو تاریخی اور خطی جغرافیہ میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے - ای - شاؤ نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا (لندن ۱۸۸۸ - ۱۹۱۴ء) ڈاکٹر اے - ایچ دانی، جامعہ قائداعظم نے بھی اس کتاب کو ایڈٹ کیا ہے - یہ کتاب ۱۹۵۸ء میں حیدرآباد دکن سے بھی شائع ہو چکی ہے۔ غرۃ الزجاۃ کو صمد حسین رضوی (پاک آرمی) نے ماضی قریب میں ایک درگاہ کے کتب خانے سے دریافت کرکے علمی حلقوں میں روشناس کرایا ہے - (Hamdard Islamicus) (۱۹۷۸ء) میں اس کتاب سے متعلق ان کا ایک پر مغز مقالہ دیکھنے کے لائق ہے - معرفۃ الجواہر، کے ایک باب کا انگریزی ترجمہ ایف کرنیکو نے کیا جسے حیدرآباد دکن کے

علمی رسالے ''اسلامک کلچر'' (۱۰ : ۱۹۳۱) نے شائع کیا ۔ القانون المسعودی کو دائرۃ المعارف، حیدرآباد (دکن) نے ۱۹۰۰ء میں شائع کیا اور صفۃ المعمورۃ (ذکی ولیدی طوغان) کو نئی دهلی سے ۱۹۴۱ء میں شائع کیا گیا ۔

(۱۸) مروج الذھب کا ایک نا مکمل انگریزی ترجمہ اے، سپرنگر نے لندن سے ۱۸۴۱ء میں شائع کیا ۔

کتاب التنبیہ و الاشراف بھی مصر میں زیور طبع سے آراستہ ھوچکی ھے ۔

۱۹ - جیرا رڈ نے اس کتاب کا لاطینی ترجمہ کیا تھا (۱۰۳۷ء)

۲۰ - ڈبلیو، اوسلے نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا (لندن، ۱۸۰۰ء) ڈے خویہ نے اس کتاب کو ابن خردادبہ، ابن حوقل اور المقدسی کی کتابوں کے ساتھ ایڈٹ کیا ھے (لیڈن ۔ ۱۸۷۰ء)

۲۱ - کتاب المسالک و الممالک، کے بعض حصوں کو ڈی ۔ سلین نے ایڈٹ کیا ھے (الجیرز ۱۸۵۷ء)

۲۲ - اس کتاب کو جبریل فیرنڈ نے ایڈٹ کیا ھے (جرنل ایشیاٹک، ccvii ۔ ۱۹۲۰، ۲۳۸ ۔

۲۳ - تحفۃ الکبیر کا ایک نسخہ میڈرڈ (اسپین) کی ھسٹاریکل سوسائٹی میں موجود ھے ۔

۲۴ - یہ کتاب اب موجود نہیں ھے ۔ بروکلمان کے مطابق اس کے چند ایک صفحات ببلیوتھیک نیشنل (پیرس ۲۲۲۰) میں موجود ھیں (بروکلمان، عربی ادب ۱۸۹۸ء- ۱۹۰۲ء)

۲۵ - بطرس بستانی نے اخبار الآفاق لکھا ھے (دائرۃ المعارف ۳، ۶۷۴

۱۹۷

(بیروت) یہ کتاب صدیوں تک یورپی درس گاہوں کے نصاب میں شامل رھی ۔ اس کا پہلا لاطینی ترجمہ یوحنا الخسرولی اور جبریل الصیہونی نے کیا (پیرس ۱۶۱۹ء) اس سے قبل ۱۵۹۲ء میں مطبع مدتیشی (روم) سے کتاب کا عربی متن شائع ہوچکا تھا جوبر نے اس کا فرانسیسی ترجمہ کیا (پیرس ۱۸۴۰ء) کتاب کے اصل نسخے آکسفورڈ اور پیرس کی جامعات میں موجود ھیں ۔ کونرڈ ملر، ڈی ایم ڈنلاپ (۱۹۴۷ء) جی سارٹن اور بروکلمان نے اس پر تحقیقی کام کیا ھے ۔

۲۶ ۔ معجم البلدان کو ایف ۔ وسٹینفیلڈ نے چھ جلدوں میں ایڈٹ کیا (لپزگ، جرمنی، ۷۳ - ۱۸۶۶)

۲۷ ۔ کتاب الجغرافیہ کے عام طور پر دو نام مشہور ھیں یعنی عجائب البلدان اور آثار البلاد ۔ اسے آثار البلاد و اخبار العباد کے نام سے ۱۹۶۰ء میں بیروت سے نئی آب و تاب سے شائع کیا گیا ھے ۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ھوتا ھے کہ القزوینی نے الجاحظ، ابن فلدان الغرناطی، الادری اور الاندلسی کی کتابوں سے استفادہ کیا تھا ۔

۲۸ ۔ اس سفر نامے کا انگریزی ترجمہ نئی تدوین تہذیب کے ساتھ ڈے خویۂ نے کیا ھے (گب میموریل سیریز، لندن ۱۹۰۷) ولیم رائٹ نے بھی اسے ایڈٹ کیا ھے ۔ حافظ احمد علی خان نے اسے اردو میں منتقل کیا جو عبید اللہ قدسی کی ترتیب و تہذیب کے ساتھ ۱۹۶۲ء میں (کراچی) شائع ھوا ۔

۲۹ ۔ مشہور مستشرق ایچ ۔ اے ۔ آر گب نے ''ایشیا اور افریقہ کا سفر، کے عنوان سے اس سفر نامہ کا انگریزی ترجمہ کیا (لندن ۔ ۱۹۶۹ء) اس

سفر نامہ کا ایک اور انگریزی ترجمہ ڈیٹریمری اور مسینگولٹی نے کیا (پیرس - ۹۳ - ۱۸۷۹)

۳۰ - یول - ایچ اور کار ڈائر - ایچ، مارکو پولو کی کتاب، (تیسرا ایڈیشن) لندن ۱۹۰۳ء -

۳۱ - گوائے - لی اسٹرینج، نے نزهة القلوب، کا انگریزی ترجمہ کیا (لندن - ۱۹۱۹ء مترجم نے اپنی کتاب، ارض خلافت مشرقی، میں نزهة القلوب سے استفادہ بھی کیا ہے - نزهة القلوب تہران سے ۱۹۵۸ء میں بھی شائع ہو چکی ہے -

۳۲ - جے گریوز اور ٹی ھائیڈ نے الواح الغ بیگ کی نئے سرے سے تدوین کرکے لاطینی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا (لندن ۱۶۵۰ء) موسیو سیدی لاط نے ۱۸۴۶ء میں ان الواح کے دیباچہ کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا - ان الواح کے مولفین میں سے جمشید الکاشی، قاضی روسی، معین کاشانی کے نام زیادہ نمایاں ہیں -

۳۳ - بابر، تزک بابری، ۳۱ (بمبئی ۱۳۰۸ھ)

۳۴ - ندوی، سید سلیمان، عربوں کی جہاز رانی، اسلامک کلچر (حیدرآباد) اکتوبر ۱۹۴۱ء

۳۵ - کریمر، جے، ایچ، میراث اسلام، ۹۶ - انسائکلوپیڈیا آف اسلام، لندن ۱۹۶۷ء - ۱۹۳۶ء، ۴ : ۳۶۵، مقالہ جی فیرنیڈ)

۳۶ - ایم - وا، ھمیر نے اس کا ایک خلاصہ تیار کیا جو ایشیاٹک سو سائٹی بنگال کے جرنل جلد ۳ - ۸، ۱۸۳۴ - ۱۸۳۸ء) میں شائع ہوا -

۳۷ - ویمبری، دی ٹریولز اینڈ ایڈونچرز آف دی ٹرکش ایڈمرل سید علی رئیس، (لندن - (لندن - ۱۱۸۹ء) ۹۴ -

۳۸ - عبدالمقتدر اور محفوظ الحق نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا (کلکتہ ۳۹ - ۱۹۱۸ء)

۳۹ - جیرٹ، ایچ ایس نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا (کلکتہ - ۱۸۹۴ء)

۴۰ - برتھولڈ، ڈبلیو "مسلمان کلچر"، کلکتہ - ۱۹۳۴ء - کشف الظنون کا لاطینی ترجمہ جی فلوگل نے کیا جو سات جلدوں میں لپزگ اور لندن سے ۱۸۳۵ - ۵۸ء میں شائع ھوا۔

۴۱ - الصیاد، محمد محمود دکتور "من الوجھة الجغرافیه (بیروت ۱۹۷۱ء) ۴ -

۴۲ - امیر علی، هسٹری آف سائنسز (بحواله نالینو) ۲۷۹

۴۳ - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۹ : ۹۰۵، لندن ۱۹۲۷ - ۱۹۳۶ء -

۴۴ - اسپین میں دریائے گاڈی الکویر کے کنارے ایک مقام۔

۴۵ - مثلاً العمل بالاصطرلاب ذوات الحلق، العمل بالاصطرلاب المسطح، کتاب الزیج المسطح، کتاب الزیج الکبیر، کتاب الزیج الصغیر وغیرہ۔

۴۶ - جی۔ سارٹن نے اپنی کتاب کی دوسری جلد میں الادری کے تیار کردہ آلات کی مکمل فہرست دی ھے۔

★★★★